ملفوظاتِ حضرت شاہ نصیر الدّین چراغِ دہلی علیہ الرحمۃ

روشن چراغ

اُردو ترجمہ مِفتاحُ العاشقین

ترجمہ

مُعینُ نظامیؔ

ناشر

الحُسینَ پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ لاہور

ملفوظاتِ حضرت شاہ نصیر الدّین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ

روشن چراغ

اُردو ترجمہ مِفتاحُ العاشقین

ترجمہ

صاحبزادہ مُعین نظامی معظم آباد

ناشر

الحُسین پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ لاہور

سلسلہ مطبوعات (۱)
۱۴۰۳ھ
۱۹۸۳ء

نام کتاب ——— روشن چراغ (اردو ترجمہ مفتاح العاشقین)
مترجم ——— صاحبزادہ معین نظامی
کتابت ——— محمد عبدالرحمٰن سدیدی معظمی
طابع ——— عبدالعزیز مخدوم چشتی سیالوی
مطبع ——— بختیار پرنٹرز

ھدیہ ———

ملنے کے پتے

مکتبہ سدیدیہ ——— معظم آباد، ضلع سرگودھا
مکتبہ نوریہ رضویہ ——— ۱۱۔ گنج بخش روڈ، لاہور
مکتبہ حامدیہ ——— پیرودھائی روڈ، راولپنڈی
مکتبہ نوریہ رضویہ ——— النور مارکیٹ، گوجرانوالہ
مکتبہ نوریہ رضویہ ——— گلبرگ اے، فیصل آباد

252

انتساب

حضرت احسان دانشؒ

کے نام

داتا کے نگر میں جو زمیں گیر ہے دانش
ملتے ہیں اب اس شان کے درویش کہاں اور

معین نظامی

۲۷/۹/۱۹۸۳ء

معین نظامی

نوجوان سکالر معین نظامی کا نام تصوّف و طریقت کے مضامین کے سلسلے میں ایک جانا پہچانا نام ہے اور اپنی منفرد اہمیّت کا حامل ہے عرفانیات و روحانیات پر ان کے بلند پایہ تحقیقی مضامین روز نامہ "نوائے وقت"، "جنگ"، ماہنامہ "روحانی ڈائجسٹ"—— "ضیائے حرم" اور "روحانی پیغام" میں نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ میں جب بھی ان کا کوئی مضمون پڑھتا ہوں تو بے پناہ حیرت اور بے پایاں روحانی مُسرّت محسوس کرتا ہوں کہ اتنی کم عمری اور اتنا وافر ذوقِ مُطالعہ اور علمی و ادبی موضوعات پر تحقیق و جستجو کی کبھی نہ مٹنے والی لگن!

موٹی موٹی بوسیدہ کتابوں میں استغراق وانہماک، ان کے پیچیدہ اور مُغلق مطالب و مفاہیم کو پوری طرح سمجھنا، اُن کے علمی اسرار و رموز، باطنی دقائق و غوامض اور وجدانی نکات و اشارات تک رسائی، ان کا مطالعہ و انتخاب اور پھر سلیس اردو ترجمہ و تشریح یقیناً بہت بڑا کام ہے اور معین نظامی بہت چھوٹی عمر سے اس بہت بڑے کام میں لگے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے بڑے کامیاب ہیں۔ اب تک وہ جتنا کام کر چکے ہیں وہ یقیناً انیس برس کے ہر لڑکے کے بس کا روگ نہیں۔

محمد اسلم ندیم ڈسٹرکٹ راولپنڈی

تاریخ ترجمہ

ازاُستاذِ گرامی شاعرِ اجلّ خطاطِ بے بدل حضرت صوفی خورشید عالم محمود بندی
لاہور

شرارِ مہرِ تاباں

۱۴ ھ ۰۰

"شرارِ مہرِ تاباں" سے دلوں میں روشنی ہوگی!
چمن وحشت کا مہکے گا، جنوں میں تازگی ہوگی
کھُلے گا میکدہ، میکش پئیں گے دستِ ساقی سے
مئے گلرنگ سے چھلکیں گے ساغر، میکشی ہوگی
"شرارِ مہرِ تاباں" سے جلیں گے دل حسینوں کے
جگر عُشّاق کا تڑپے گا آنکھوں میں نمی ہوگی
چلیں گے شوقِ سجدہ میں بسوئے بُتکدہ زاہد
نقوشِ پائے جاناں پر جبینِ بندگی ہوگی

بہارِ جانفزا آئے گی بُستانِ محبت میں
نہالِ آرزو کی شاخ شاخ اس سے ہری ہو گی
کرے گی روح کو پاکیزہ اور سینوں کو روشن تر
دلوں کی دُور اس سے وحشت افزا تیرگی ہو گی
نشہ برسے گا لے مخمور اس جامِ زرافشاں سے
نگاہیں مدبھری اور دل کے شیشے میں پری ہو گی

◎

اب میرا کوئی کام بھی معیوب نہیں ہے
جز تیرے کوئی اب مرا محبوب نہیں ہے
تو جب سے سمایا ہے مرے قلب و نظر میں
دنیا کی کوئی شے مجھے مرغوب نہیں ہے

معین نظامی

تاریخِ کتابت

از :- ـــــــــــــــ طاہر گوندل

افسانۂ خرابات

۱ ۰ ھ ۱۴

شکرِ حق ہے کہ اب بفیضِ صبا
غنچۂ دِل کِھلا ہے مثلِ گلاب

جام میں آج بعد مُدّت کے !
جلوہ فرما ہوئی ہے بادۂ ناب

کُنجِ میخانہ سے بحمدِ اللہ !
اُٹھ رہی ہے صدائے چنگ و رُباب

لو وہ شائع ہوا صحیفۂ مے
چَھپ گئی وہ کتابِ عشق مآب

چشمِ ساقی نے دی ہے رندوں کو
آج اپنے جنوں کی پہلی کتاب
اِس شرابِ دو آتشہ کا ندیم
اس خرابات میں نہیں ہے جواب
دے مُبارک مُعین کو طاہر
سازِ فن کا یہی تو ہے مِضراب

◎

میں گریزاں ہوں شرمِ عصیاں سے
گوشۂ چشم سے بُلا لے مجھے

گر ہوں ناپاک بھی تو تیرا ہوں
دامنِ عفو میں چھُپا لے مجھے

مُعینؔ نظامی

صاحبِ ملفوظات

سراج الاولیاء حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اُن کا سایہ اِک تجلّی، اُن کے نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے، اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

برِ صغیر پاک و ہند کے ظلمت کدے میں شمع اسلام کی جلوہ ریزیاں اور ضیا پاشیاں فی الحقیقت مشائخِ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کے نفوسِ قدسیہ کی مرہونِ منّت ہیں۔ اس سلسلے میں دیگر سلاسلِ طریقت کی قابلِ قدر مساعی سے بھی انکار نہیں، لیکن ——— یہ بھی ایک مُسلّمہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ ——— سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے صرف ایک رُکن یعنی سُلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت مُعین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادی خدمات دوسرے تمام سلسلوں کی اجتماعی تبلیغی کوششوں پر کہیں بھاری ہیں۔

؎ تیرا وجود فخرِ نظامِ حیات ہے ——— تو محض ایک فرد نہیں کائنات ہے

حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باطنی نعمت، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ اور سُلطانُ المشائخ حضرت خواجہ نظامُ الدین اولیاء دہلویؒ کی وساطت سے ہمارے صاحبِ ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغِ دہلیؒ کو عطا ہوئی زیرِ نظر کتاب آپ ہی کے ملفوظات ہیں۔ ملفوظات سے پہلے ہم اپنے قارئینِ گرامی کو صاحبِ ملفوظات کی ذات اور خدمات سے متعارف کرانا اپنا فرضِ منصبی گردانتے ہیں۔

آپ کا نام نامی محمود، عُرف نصیر الدین اور لقب چراغِ دہلی ہے۔ آپ کے سنِ ولادت کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ ۶۷۵ھ میں پیدا ہوئے، اور بعض کے نزدیک ۶۹۳ھ میں۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ یحییٰ اودھیؒ تھا۔ جو امیر المؤمنین حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور اسی نسبت سے آپ کو "فاروقی" بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو اِس نسبت پر بہت ناز تھا اور فخریہ طور پر فرمایا کرتے تھے کہ یہ فقیر رُوسیاہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم کا خانہ زاد غلام ہے۔

یہ ناز ہے کہ ــــ تری آرزو میں جیتے ہیں
یہ فخر ہے کہ ــــ تری ذات سے تعلق ہے

آپ کے جدِّ امجد شیخ عبداللطیفؒ بُخارا سے لاہور تشریف لائے۔ آپ کے

والدِ محترم کی جائے ولادت لاہور رہے ۔ آپ کے دادا کے انتقال کے بعد آپ کے والد نے اودھ میں سکونت اختیار کر لی ۔ نو برس کی عمر میں آپ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے ۔ اب دنیا میں بیوہ ماں اور دو(۲) یتیم بہنوں کا سہارا صرف آپ ہی تھے ۔ آپ کی والدہ صاحبہ نہایت دیندار پرہیزگار اور عقلمند خاتون تھیں ۔ خاوند کے انتقال کے بعد، اگرچہ انہوں نے مکمل گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی لیکن کمسن بیٹے کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے سلسلے میں انہوں نے کبھی غفلت نہ برتی ۔ انہوں نے حصولِ علم کے لیے اپنے جگر گوشہ کو حضرت مولانا عبدالحکیم شیروانیؒ جیسے جیّدِ عالِم کے سپرد کیا۔ جن سے آپ نے ہدایہ اور بزدوری تک پڑھا ۔ اس کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ مُشفق و مہربان اُستاذ کی وفات جس نے آپ کو نہ صرف دولتِ علم سے بے دریغ مالا مال کیا بلکہ حقیقی باپ کا سا پیار بھی دیا، آپ کے لیے بہت بڑا سانحہ تھی، اس حادثہ نے آپ پر گہرا اثر کیا، تعلیم سے دل اُچاٹ ہو گیا اور آپ اکثر پریشان و سرگرداں رہنے لگے ۔ آخر اپنی والدہ کے اصرار پر یگانۂ روزگار عالِم حضرت مولانا افتخار الدین گیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ۔ آپ نے علومِ مروّجہ کی تکمیل انہی سے کی۔ اور سندِ فراغت و فضیلت حاصل کی ۔ اِس کے علاوہ آپ کو اپنے پیر و مرشد خواجہ محبوبِ الٰہی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ سے تلمذ تھا، جن

کے علم و فضل کو آپ نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

سَأَلْتُ الْعِلْمَ مَنْ اَحْیَاكَ حَقًّا
فَقَالَ الْعِلْمُ شَمْسُ الدِّیْنِ یَحْییٰ

پچیس برس کی عمر میں آپ ظاہری علوم سے آراستہ و پیراستہ ہو چکے تھے، پھر آپ نے سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے حکمِ ربانی کی تعمیل میں، سات برس سیر و سیاحت میں گزار کر مشائخ چشت کی یہ سُنّتِ مؤکدہ ادا کی۔ دورانِ سفر پیش آنے والے گوناگوں واقعات اور حادثات و تجربات سے آپ کے علم و فضل، فہم و فراست اور دانش و بصیرت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

طویل سیاحت سے سیر ہو کر ——— آپ باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ ان کا حصول ہی تخلیقِ آدم کا سبب اور مقصد ہے۔ آیتِ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ؁ کی تفسیر میں مفسرینِ کرام لکھتے ہیں کہ لِیَعْبُدُوْنَ سے مُراد لِیَعْرِفُوْنَ ہے۔ کیونکہ ذاتِ خداوندی کے کامل عرفان کے بغیر اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جب خواجہ نصیر الدین محمودؒ کو علمِ عرفان کی تلاش ہوئی تو انہیں اُس وقت کے عارفوں میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کی شُہرت پر پرواز لگا کر اطراف و اکنافِ عالم میں

پھیل چکی تھی۔ اور لاکھوں تشنگانِ حقیقت دہلی کے اِس بے تاج بادشاہ کے میخانۂ معرفت سے سیراب ہو رہے تھے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ نے جاکر حضرتِ محبوبِ الٰہی سے بیعت کرلی اور شب و روز اُن کی خدمت میں رہنے لگے۔

خیز!تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
بر درِ دوست نشینیم و مُرادے طلبیم

کثرتِ زہد و مجاہدہ کے تو آپ شروع ہی سے عادی تھے، اکثر و بیشتر روزے سے رہتے اور کئی کئی راتیں متواتر جاگ کر عبادت میں گزار دیتے تھے۔ پہلے تو "زہدِ خشک" تھا، مگر جب شیخ کامل کی نگاہِ ظلمت رُبا نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا تو آپ میں بے پناہ درد و سوز اور ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ آپ اپنے شیخ کی خدمت بھی بڑھ چڑھ کر کرنے لگے۔ آخر کار ـــــ بارگاہِ محبوبِ الٰہی میں آپ کی انتھک خدمات نے شرفِ قبول حاصل کرلیا اور آپ دربارِ محبوبیت میں ایک خاص مقام پر فائز ہو گئے۔

سُلطانُ المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی، کیلوکھڑی میں آبِ رواں کے کنارے ایک بالاخانے پر مشغول بحق رہتے تھے۔ اِس خلوتِ خاص میں آپ کے سوا اور کوئی خادم باریاب نہ ہو سکتا تھا۔ آپ ایک کونے میں

بیٹھے حضرت شیخ کے حکم کے منتظر رہتے، ایک دن حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے چند مرید حضرت محبوب الٰہی کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور رات وہیں قیام کیا۔ اُن میں سے ایک درویش نے علی الصبح نہانے کے لیے کپڑے اُتار کر ندی کے کنارے رکھے اور نہانے لگا۔ اتفاقاً کوئی اوباش ادھر سے گزرا اور وہ کپڑے بغل میں دبا کر چلتا بنا۔

جب وہ درویش نہا چکا تو اپنے کپڑے موجود نہ پاکر واویلا مچانے لگا۔ آپ نے محض اس خیال سے کہ ــــــ کہیں اس کا شور و غوغا میرے پیر کے استغراق و انہماک میں مخل نہ ہو، اپنے کپڑوں کا ایک جوڑا اسے دے دیا۔ حضرت شیخ نے بھی یہ واقعہ نورِ باطن سے معلوم کر لیا، انہیں آپ کی یہ ادا بہت بھائی۔ انہوں نے اسی وقت آپ کو طلب کیا اور خلعت و خرقہ اور چار ترکی کلاہ عنایت کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

خلافت کے بعد ــــــ آپ نے اپنے پیر بھائی اور دوست حضرت امیر خسرو کی معرفت خواجہ محبوب الٰہی سے عرض کی کہ مجھے کسی جنگل میں چلے جانے کی اجازت فرمائی جائے تاکہ میں مخلوق کی آمد و رفت سے بے نیاز ہو کر دلجمعی اور سکون و اطمینان سے مشغول بحق ہو سکوں، حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا ــــــ "نہیں اے محمود، تمہیں یہیں لوگوں میں رہنا ہوگا اور یہ میرا حکم ہے کہ لوگوں کے اچھے برے سلوک سے متاثر ہوئے بغیر،

اُن کی اصلاح اور ہدایت میں کوشاں رہنا۔" چنانچہ آپ نے آخری دم تک اپنے شیخ کے اس حکم کی تعمیل کی۔

جو لوگ صوفیائے کرام اور اہلُ اللہ پر "رہبانیت" کا الزام لگاتے ہیں وہ محض کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ لمحہ فکریہ ہے قارئینِ گرامی کے لیے کہ ـــــ جو لوگ اس قسم کا حکم دیتے ہیں، اور جو اس قسم کا حکم مانتے ہیں کیا ان پر "رہبانیت" کا بہتان لگایا جاسکتا ہے۔؟

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی نے اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنا جانشین مُقرّر فرمایا۔ چنانچہ اُن کی وفات کے بعد آپ اُن کے سجّادہ پر بیٹھے۔ محمّد بن تغلق نے آپ کو طرح طرح سے پریشان کیا مگر آپ ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے اور بڑے خلوص اور تندھی سے شب و روز سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہے۔

آپ کی ذات میں اپنے مُرشد کی بہت سی خوبیاں تھیں۔ سیر الاولیائ کے مُصنّف نے لکھا ہے کہ ـــــ "جو خوشبو حضرت محبوبِ الٰہی کی مجلس میں آتی تھی ویسی ہی خوشبو حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغِ دہلی کی مجلس سے کاتبِ حروف کے مشامِ جان تک پہنچی ہے۔" آپ کو اپنے شیخ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے پیر کی سُنّت کے اِحترام میں عُمر بھر شادی نہیں کی۔ آپ ۲۸ برس، ۳ ماہ اور ۲ دن قُطبِ مدار کے

عہدے پر فائز رہے اور پھر ترقی کر کے مرتبۂ افرادی میں پہنچ گئے اسی مقام میں ۱۸، رمضان المبارک ۷۵۷ھ (۱۴، ستمبر ۱۳۵۶ء) بوقتِ چاشت آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزارِ مبارک پرانی دلّی سے جنوب کی طرف پانچ کوس کے فاصلے پر مرجعِ خواص و عوام ہے:۔

وفات سے قبل آپ نے وصیّت فرمائی تھی کہ ——— بزرگانِ سلسلہ کے جتنے تبرکات بھی آپ کے پاس موجود ہیں وہ سب کے سب آپ کے ساتھ دفن کر دیے جائیں۔ اس وصیّت کی تعمیل کی گئی۔

آپ کی وفات کے بعد ——— سلسلہ چشتیہ کی مرکزیت ختم ہو گئی۔ ملک کے طول و عرض میں چھوٹی چھوٹی بے شمار خود مختار خانقاہیں قائم ہو گئیں اور سلسلے کو ظاہری و باطنی لحاظ سے بے حد ضعف پہنچا۔ بعد میں حضرت کلیم اللہ جہان آبادی کے زمانہ میں تمام سلسلہ پھر سے ایک مرکز کے تابع ہو گیا:۔

آپ کے لقب "چراغِ دہلی" کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں:۔

پہلی یہ کہ ——— آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو یہ لقب عطا کیا تھا۔

دوسری یہ کہ ——— ایک دن شیخ عبداللہ یافعیؒ نے مکّہ مکرمہ میں اہلِ مجلس سے فرمایا کہ حضرت محبوبِ الٰہی کا انتقال ہو گیا ہے اور اب اُن کی جگہ اُن کے مُرید اور خلیفہ خواجہ نصیر الدین محمود "چراغِ دہلی" ہیں:۔

تیسری یہ کہ ——— ایک دفعہ تیل ختم ہو جانے کی وجہ سے چراغ بجھنے

لگا تو آپ نے فرمایا اس میں پانی ڈال دو اس طرح آپ کی کرامت سے وہ چراغ پانی سے روشن رہا ۔

چوتھی یہ کہ ـــــــ ایک بار رات کو آپ اپنے حجرے میں کچھ لکھ رہے تھے کہ چراغ کا تیل ختم ہو گیا اور وہ بجھ گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دیوار پہ مارا۔ ہتھیلی اور پانچوں انگلیوں کے نشان جگمگانے لگے اور اتنی روشنی پھوٹی کہ سارا شہر منور ہو گیا ۔

آپ کے روحانی مدارج کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بآسانی کیا جا سکتا ہے :-

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کو الہامِ غیبی سے معلوم ہوا کہ سلسلہ چشتیہ میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا جس کی ذاتِ بابرکات تمام اہلِ سلسلہ کے لیے باعث نجات ہو گی، اس کی علامت یہ ہے کہ اُس پر ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہو گی اور اُس کا حُلیہ اِس اس طرح کا ہو گا۔ آپ ایک عرصہ تک ایسے آدمی کی تلاش میں رہے مگر اپنی زندگی میں اُنہوں نے ایسا کوئی آدمی نہ دیکھا۔ آپ نے اپنے خلیفہ سلطانُ الہند خواجہ مُعینُ الدین حسن اجمیری کو یہ وصیت کی کہ اگر تُمہارے مُریدوں میں اس قسم کا کوئی آدمی ہو تو اس سے تمام اہلِ سلسلہ کے حُسنِ خاتمہ کی دُعا کرائیں۔ آپ بھی زندگی بھر ایسے آدمی کو تلاش کرتے رہے مگر کامیابی

نہ ہوئی۔ یوں چلتے چلتے یہ وصیت حضرت محبوبِ الٰہی تک آپہنچی اور آپ بڑی بے قراری سے ایسے آدمی کے منتظر رہنے لگے۔

ایک دن ——— حضرت چراغِ دہلی کسی حوض کے کنارے، دونوں پاؤں پانی میں لٹکائے بیٹھے تھے کہ حضرت محبوبِ الٰہی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس وقت حضرت چراغِ دہلی پر ویسی ہی حالت طاری تھی جس کی خبر دی گئی تھی، اور آپ میں وہ تمام علامات نظر آرہی تھیں جن کی بشارت دی گئی تھی۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے دیکھا تو جذبۂ شوق سے بے تاب ہو کر دوسرے کنارے سے کپڑوں سمیت حوض میں کود گئے اور حضرت چراغِ دہلی کے دونوں پاؤں پکڑ لیے۔

آپ نے پوچھا ——— "کون؟"

حضرت نے جواب دیا ——— "نظام"

آپ نے کہا ——— "نظام کا اس وقت کیا کام؟"

فرمایا ——— "سلسلۂ چشتیہ کو بخشوانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

آپ نے کہا ——— "جاؤ ہم نے بخش دیا۔"

پھر کچھ دیر بعد جب آپ نے اپنے شیخ کو پہچانا تو فوراً مؤدب ہو گئے اور اپنی بے خبری کی معذرت کی، حضرت نے فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ خواجگانِ چشت کی جو روایت سینہ بہ سینہ آرہی تھی وہ میرے ہاتھوں پوری ہوئی۔"

آپ انتہائی نرم مزاج، مہربان، خلیق و شفیق، حلیم و کریم اور سراپا مہر و محبت تھے۔ صبح سے شام تک ہزاروں لوگ انکے پاس حاضر ہوتے رہتے اپنے دُکھ درد بیان کرتے، آپ اُن کے زخموں پر مرہم رکھتے اور اُن کی تکلیفوں، پریشانیوں اور غموں کیوجہ سے خود مغموم رہتے تھے۔ ۔ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہی وجہ ہے کہ وہ خود مجسمہ درد و سوز بن گئے تھے۔ آپ کی باتوں سے بھی غمدیدگی اور سوز و گداز کا سُراغ ملتا ہے۔ پروفیسر محمد حبیب صاحب (علی گڑھ) کے بقول "آپ کے ملفوظات کو پڑھتے وقت بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ کے ایک ایک حرف میں درد کی کیفیت پنہاں ہے، جہاں بظاہر شیخ کی آنکھوں میں آنسو نہیں معلوم ہوتے وہاں بھی اُن کے الفاظ غم اور تاثیر میں ایسے ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں کہ پڑھنے والے کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو ڈبڈبا آتے ہیں"۔

(تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ علامہ خلیق احمد نظامی ص۱۸۴، ۱۹۳)

آپکے اخلاق و کردار کی بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے صرف ایک واقعہ ہی بیان کردینا کافی ہے۔ ایک دن ظُہر کی نماز کے بعد آپ جماعت خانہ سے حجرۂ خاص میں تشریف لے گئے دربان وغیرہ تو ہوتا ہی نہیں تھا خادم

خاص آپ کے بھانجے اور خلیفہ شیخ زین الدین علی تھے جو خلوت کے وقت کبھی موجود ہوتے اور کبھی نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت وہ حاضر نہیں تھے۔ اچانک تراب نامی ایک بدمعاش حجرے میں آکر آپ کے جسم مبارک پر چاقو سے پے در پے وار کرنے لگا۔ آپ جائے نماز پر بیٹھے حالتِ استغراق میں تھے اس لیے نہ تو آپ نے کوئی مزاحمت کی اور نہ ہی اپنا بچاؤ کیا۔ خون حجرے کی نالی سے باہر نکلنا شروع ہوا تو چند خادم اسے دیکھ کر اندر آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ تراب بڑی سفاکی سے وار کر رہا ہے، آپ کا خون چل رہا ہے اور بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ انہوں نے تراب کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دینا چاہتے تھے، کہ حضرت نے منع فرما دیا، اور اپنے خلفاء قاضی عبدالمقتدر تھانیسری، شیخ صدرالدین طبیب اور شیخ زین الدین علی کو بلا کر حکم دیا کہ ـــــــ تراب کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ پھر آپ نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور بیس تنکے دیے اور فرمایا کہ چاقو مارنے میں تمہارے ہاتھ کو جو تکلیف اٹھانی پڑی یہ اس کا بدلہ ہے۔ ؎

واہ کیا حلم ہے اپنا کہ جگر ٹکڑے ہوا
پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

آپ کے جسم پر بارہ گہرے زخم تھے۔ کافی خون نکل جانے کی وجہ سے آپ بہت عرصہ تندرست نہ ہو سکے۔ آپ سماع کا بہت ذوق رکھتے

تھے اور دورانِ سماع اکثر آپ پہ وجد و حال کی کیفیت طاری رہتی تھی۔
آپ کے بہت سے خلفا تھے مگر ان میں چند خلیفے بہت مشہور ہوئے اور انہوں نے سلسلہ چشتیہ کی بے حد خدمت کی اُن کے نام یہ ہیں :-
(۱) حضرت شیخ کمال الدّین علاّمہ ، یہ آپ کے بھانجے تھے۔ ہمارا سلسلہ چشتیہ انہی سے آگے چلا۔
(۲) حضرت شیخ زین الدّین علی : یہ بھی آپ کے بھانجے تھے۔ آپ کی ذاتی خدمت انہی کے ذِمّہ تھی :-
(۳) سید محمّد گیسو دراز : آپ نے بنگالہ میں خانقاہ قائم کی اور تبلیغ و ہدایت میں نمایاں کردار ادا کیا :-
(۴) خواجہ محمّد مساوی ، (۵) خواجہ صدرُ الدّین طبیب دولھا، (۶) حضرت سیّد جلال الدّین مخدوم جہانیاں ، (۷) خواجہ مُعین الدّین خورد ، آپ حضرت اجمیری کی اولاد میں سے تھے ، (۸) حضرت بدرُ الدّین غزنوی ، (۹) شیخ سراج الدّین ، آپ حضرت خواجہ کمال الدّین علاّمہ کے صاحبزادہ تھے۔ علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ شاعری کا بہت اچھا ذوق تھا آپ کا ایک مقطع بہت مشہور ہے :-

بارِ دیگر ہم ہمی گوید سراج
قبلۂ ما نیست الّا روئے دوست

ہمارا سلسلہ انہی سے آگے چلا۔

(۱۰) خواجہ علاؤ الدین اودھی: آپ حضرت چراغ دہلی کے ہم وطن تھے، وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کا ایک فارسی رسالہ "مامقیماں" مشہور ہے۔

(۱۱) قاضی عبد المقتدر تھانیسری: آپ اکثر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے حال پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

آپ کے ملفوظات کی دو کتابیں ملتی ہیں:

(۱) **خیر المجالس**: یہ آپ کے پیر بھائی خواجہ حمید شاعر قلندر کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں ایک سو مجالس ہیں۔ اس کی زبان سلیس فارسی ہے۔

(۲) **مفتاح العاشقین**: یہ دس مجالس پر مشتمل ایک مختصر سا فارسی کتابچہ ہے۔ مرتب کا نام "محب اللہ" ہے۔ کوشش بسیار کے باوجود ان کے احوال کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یہ کتاب اسی کا اردو ترجمہ ہے۔ میں نے ترجمہ کرتے وقت انتہائی کوشش کی ہے کہ

○ — نفس مضمون میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ ہونے پائے۔

○ — مفہوم صحیح واضح ہو۔ اور زبان سادہ سے سادہ ہو۔

لیکن اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی غلطی نہیں۔ ویسے بھی مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کا کیا ہوا ترجمہ کچھ ایسا معیاری تو نہیں ہو سکتا

کہ اس میں کسی لفظی یا معنوی غلطی کے وجود کا امکان ہی نہ ہو۔ بہر حال میں اپنی ان غلطیوں پر جو مجھ سے یقیناً نادانستگی میں سرزد ہوئی ہیں معذرت خواہ ہوں۔

اظہارِ تشکر:-

میں ———— حضرت محمود سدیدی، جناب طاہر گوندل، اسلم ندیم صاحب، مولانا عبدالعزیز چشتی، حافظ بشیر احمد سدیدی، محمد نصر اللہ جوجڑہ اور برادرِ عزیز شعیب شاہد کا ممنون ہوں کہ ان حضرات نے مجھ سے تعاون کیا۔

معین نظامی
دانشکدہ ———— معظم آباد
ضلع سرگودھا

بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر!

تُو ایک شاہکارِ فقید المثال ہے
جب تک خُدا ہے، تیرا ہی عہدِ جمال ہے
دُنیائے آب و گِل کو تُمہارے وجود نے
عظمت وہ بخش دی کہ خود اپنی مثال ہے
جس طرح کوئی ہمسرِ خالق نہیں کہیں!
ایسے ہی تیری مثل کا ہونا محال ہے
روشن ہے جس کے نُور سے میرا جہانِ دل
اے خاورِ کرشمہ وہ تیرا خیال ہے
اُن کو نویدِ اذنِ صبُوا جو پیاسے تھے خون کے
عفو و کرم کا تیرے یہ ادنیٰ کمال ہے
ہم نے بھلا دیا ترا پیغامِ سرمدی
ہم پر اسی لیے یہ عذاب و وبال ہے
جب تو رسُولِ پاک کی امت سے ہے معین
پھر تیرے دل میں کس لیے خوفِ مآل ہے

مجلسِ اوّل

دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی۔ مولانا محمد مسادی، مولانا منہاج الدّین، مولانا بدرُالدّین اور دیگر عزیزان حاضرِ خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا ——— "راہِ سلوک میں "پیر" اُسے کہتے ہیں جسے مُرید کے دل و دماغ پر مکمل تصرّف حاصل ہو، وہ اس کی ظاہری و باطنی مشکلات کو دُور اور اس کے آئینۂ دل کو آلائشوں سے صاف کر سکے۔ جو شخص ایسا کر سکے اور جس نے ایسا کیا ہو، درحقیقت صرف وہی پیرِ طریقت کہلانے کے قابل ہے۔"

پھر فرمایا ——— "مُرید صادق وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پیر دکھائے وہ دیکھے، جو کہے وہ کرے اور ہر وقت یہ تصوّر کرے کہ شیخ اس کے جُملہ احوال سے مطّلع ہے۔ اور اس کے پاس موجود ہے۔

دل میں پیدا ہونے والا ہر اچھا یا بُرا خیال اپنے شیخ کے حضور عرض کر دینا چاہیے تاکہ وہ اس میں پیدا ہونے والے باطنی نقائص اور رُوحانی خطرات کو دُور کر کے اُس کی صحیح تربیت کر سکے۔ جس کے دل میں خدانخواستہ اپنے شیخ کے منشا کے خلاف کچھ بھی ہوا وہ مرید [illegible] نہیں۔"

پھر فرمایا ——— "جب میں پہلے پہل حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک دن محفل میں مریدی کی بات چل نکلی۔ حضرت نے فرمایا مریدوں کو یوں ہونا چاہیے جیسے عزیز مولانا نصیر الدین محمود باصلاحیت ہیں"

پھر فرمایا ——— "مونس العاشقین میں ہے کہ مرید کی دو[2] قسمیں ہیں۔ ایک رسمی اور دوسری حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے کہ جسے پیر حکم دے کہ تو ہر دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی اور ہر سُنی ہوئی بات کو ان سُنی سمجھ، اور مذہب سنّت وجماعت پر قائم رہ۔ اور حقیقی مرید اُسے کہتے ہیں، کہ شیخ اُسے تلقین کرے کہ تو عزد حضر میں میرا ہم صحبت ہو گا اور میں ہر وقت تیرے ساتھ ہوں گا"

پھر فرمایا ——— "مرید حقیقی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ وہ یہ تین غسل کرے، تاکہ اُسے مرید حقیقی کہا جا سکے۔ ایک غسلِ شریعت، دوسرا غسلِ طریقت اور تیسرا غسلِ حقیقت۔ غسلِ شریعت، اپنے جسم کو جنابت سے پاک کرنا، غسلِ طریقت سے مراد تجرد کا اختیار کرنا، اور غسلِ حقیقت، صدقِ دل سے توبہ کرنے کا نام ہے"

پھر فرمایا ——— "مرید حقیقی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ پیر کہے اس پہ فوراً ایمان لائے اور اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہ کرے۔ چونکہ

شیخِ کامل اپنے مُرید کو سنوارتا ہے، اس لیے وہ جو کچھ بھی کہے گا مُرید کی بہتری، اس کے فائدے اور اُسے درجۂ کمال تک پہنچانے ہی کیلیے کہے گا[1]"

پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ——"ایک آدمی شیخ شبلی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مُرید بننے کی درخواست کی۔ شیخ شبلی نے کہا "مَیں تمہاری بات مان لیتا ہوں، کیا تم بھی میری بات مان لوگے؟" اس شخص نے کہا "جی بسر وچشم! آپ جو کہیں گے مَیں وہی کروں گا"۔ شیخ نے اس سے دریافت کیا "تم کلمہ کیسے پڑھتے ہو؟" اس نے کہا "لا الٰہ الاّ اللہ محمدٌ رسول اللہ"۔ شیخ نے کہا "اچھا اب ذرا یوں پڑھو لا الٰہ الاّ اللہ شبلی رسُول اللہ"۔ وہ چونکہ ارادت و خلوص میں صادق تھا اس لیے اس نے فوراً تعمیل کی۔ بعد میں خواجہ شبلی نے کہا "اے عزیز! شبلی تو آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے کمترین غلاموں میں سے ایک ہے، رسُولِ خدا وہی ہیں مَیں نے تو فقط تیری ارادت و عقیدت کا امتحان

---

[1] عارفِ شیراز رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے دلنشین انداز میں کہا ہے کہ۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا

لیا ہے"۔

پھر روئے سخن "سجدہ" کی طرف مڑ گیا آپ نے فرمایا ـــــ "غیرِ خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللہِ فَقَدْ کَفَرَ، جس نے غیرِ خدا کو سجدہ کیا وہ کافر ہو گیا۔

لیکن ـــــ گذشتہ امتوں کے لیے ماں، باپ، اُستاد، مُرشد اور بادشاہ کو سجدہ کرنا مستحب تھا"۔

خود پہ جب اپنا انکشاف ہوا
پھر کسی سے نہ اختلاف ہوا
دل بھی اقرارِ "لا الٰہ" کرے
جب زباں سے یہ اعتراف ہوا
جامِ توحید پی لیا ہے مُعین
بُت پرستی سے انحراف ہوا

مجلسِ دوم

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا کمال الدینؒ علامہ، مولینا بدرالدین اور دیگر یارانِ طریقت حاضرِ خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا ——— "بہتر اور افضل توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد پھر انسان گناہ کے نزدیک بھی نہ جائے تاکہ اس کی توبہ صحیح اور مقبول ہو، اگر ایسی توبہ نہیں تو وہ کامل توبہ نہیں ہے۔"

پھر فرمایا ——— "راہِ سلوک میں صحیح توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہاتھ میں مٹی لے تو وہ بھی سونا بن جائے۔ جب حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تو لوگوں کو لوٹ مار کا سامان واپس کر کے اُن سے معافی کے طالب ہوئے۔ آپ نے ایک یہودی کی بہتیری منّت سماجت کی، مگر وہ کسی طرح بھی معافی دینے پر تیار نہ ہوتا تھا۔ آخر اس نے کہا کہ آپ اپنے پاؤں کے نیچے کی مٹی مجھے اٹھا دیجیے۔ آپ نے مٹھی بھر

---

[1] : آپ حضرت صاحبِ ملفوظات کے خواہر زادہ اور خلیفۂ اعظم تھے، ہمارا سلسلہ چشتیہ آپ ہی سے آگے چلا۔

مٹی اُسے اٹھادی - یہودی نے دیکھا تو وہ خالص سونا تھا - یہ دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہوگیا - پھر اس نے کہا ــــــ "توریت میں صدقِ دل سے توبہ کرنے والوں کی یہی نشانی درج ہے کہ وہ مٹی ہاتھ میں لیں تو وہ سونا بن جاتی ہے "

پھر فرمایا ــــــ "میں نے حضرت محبوب الٰہی کی زبانِ گوہر افشاں سے سُنا ہے کہ توبہ کی چھ[1] قسمیں ہیں - ایک توبہ زبان کی، دوسری آنکھ کی، تیسری کان کی، چوتھی ہاتھ کی، پانچویں پاؤں کی اور چھٹی نفس کی توبہ ہے - زبان کی توبہ تو یہ ہے کہ آدمی اسے جھوٹ، گلہ اور بیہودہ گوئی سے آلودہ نہ ہونے دے اور وضو کرکے دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ادا کرے پھر قبلہ رُو ہو کر یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میری زبان کو کامل توبہ کی توفیق عطا فرما - اور اپنے ذکر کے علاوہ ہر بات میری زبان سے دُور فرما!"

پھر فرمایا ــــــ "میں نے حضرت خواجہ مُعین الدین قدس سرہٗ کے رسالے میں دیکھا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی ہے تو انسان کے ہفت اندام زبان کے آگے فریاد کرتے ہیں کہ اے زبان! اگر تم نے اپنی حفاظت

---

[1] : متن میں توبہ کی صرف ایک قسم ہی کی تشریح ہے۔

کی تو ہم سب سلامت رہیں گے ورنہ ہماری ہلاکت یقینی ہے "

پھر فرمایا ـــــــ "شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہرونی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ انسان کے ہر عضو میں شہوتِ نفسانی اور ہوا و حرص پائی جاتی ہے۔ جب تک (سالک) اپنے اعضا، کو ان تمام شہواتِ نفسانیہ سے پاک نہیں کرے گا کسی مرتبے تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ پہلی آنکھیں کہ ان کی دیکھنے کی صفت ہیں، دوسرے ہاتھ ـــــ ان کے پکڑنے کی صفت میں، تیسرے کان ـــــ ان کی سننے کی صلاحیت میں، چوتھی ناک ـــــ اس کی سونگھنے کی صفت میں، پانچواں حلق ـــــ اس کی چکھنے کی صلاحیت میں، چھٹی زبان ـــــ اس کی بولنے کی صفت میں، ساتواں بدن اور آٹھویں عقل و خرد ـــــ اس کی اچھا برا سمجھنے کی صلاحیت میں شہوت ہے "۔

پھر فرمایا ـــــــ "بہتر تو یہ ہے کہ آدمی مرنے سے کافی پہلے (جوانی میں) توبہ کرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :۔

عجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت :

عجلوا بالتوبۃ قبل الموت :

نماز کا وقت شروع ہونے پر اس کی ادائیگی، اور مرنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کیجیے "۔

پھر فرمایا ——— "ہر ایک کو آج کی فرصت غنیمت سمجھنی چاہیے
اللہ بہتر جانتا ہے کہ کل اسے فرصت میسّر آئے یا نہ "!
یہ گفتگو ختم کر کے آپ حجرہ میں مشغول بحق ہوئے ۔ میں اور
دوسرے لوگ واپس آ گئے ۔

٭

رعنائیوں کا ایک جہاں ہے ترا وجود
روحِ گل و سمن ترے پیکر میں ڈھل گئی
باقی ابھی ہے عہدِ جوانی مگر مُعیَّن
جی بھر گیا گناہ سے حسرت نکل گئی

٭

مجلسِ سوم

قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا زین الدین خواہرزادہ مولانا منہاج الدین اور دوسرے دوست حاضرِ خدمت تھے۔
آپ نے فرمایا ——— "طالبِ حقیقی کو شب و روز مشغول بحق رہنا چاہیے، وہ جس حال میں بھی ہو، یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جسمِ فانی میں گنتی کے چند سانس رکھے ہیں۔"
ایک بزرگ فرماتے ہیں :-

غافل زاحتیاطِ نفس، یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس، نفسِ واپسیں بود

"جب تک دم میں دم باقی ہے۔ مشغول بحق ہونے میں کوشاں رہنا چاہیے۔"
پھر فرمایا ——— "میں نے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی زبانِ حق ترجمان سے سُنا ہے کہ مشغول بحق ہونے کے لیے سات وقت بہترین ہیں۔ جن میں سے تین (۳) دن میں اور چار رات میں ہیں۔ دن میں ——— صبح سے اشراق، اشراق سے چاشت اور نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک اور رات میں نمازِ مغرب سے عشاء

عشاء سے وقتِ تہجد، تہجد سے صبحِ کاذب اور صبحِ کاذب سے صبحِ صادق تک "۔

پھر فرمایا ــــــ "میں نے "محبوبُ العاشقین" میں پڑھا ہے کہ "مشغول فارغ" اُسے کہتے ہیں جس کے ظاہر و باطن دونوں مشغول بحق ہوں۔ اور وہ غیرِ خدا کی یاد سے فارغ ہو"۔

(یہاں ہندی کا ایک شعر درج ہے۔)

پھر فرمایا ــــــ "شیخ الاسلام خواجہ ابو یوسف چشتی اپنے رسالے میں فرماتے ہیں کہ دل کی صفائی کے لیے پانچ چیزوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایک مسواک، دوسری تلاوتِ کلامِ پاک، اگر زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم سورۂ اخلاص کی بلا ناغہ تلاوت، تیسرا روزہ اگر زیادہ نہیں تو ایامِ بیض[1] کے روزے ضرور رکھے، چوتھا قبلہ رُو نشست اور پانچواں ہر وقت باوضو رہنا۔

بعد ازاں ــــــ عالَم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی کہ "چہار عالم" کیسے کہتے ہیں۔؟ حضرت خواجہ نے فرمایا ــــــ راہِ سلوک میں جو ان "چہار عالم" سے واقف نہیں وہ درویش نہیں۔ لوگ اسے

---

[1] ہر قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخیں ایامِ بیض کہلاتی ہیں

جھوٹ موٹ درویش کہتے ہیں۔ ایسا آدمی تو خرقہ پہننے کا حقدار بھی نہیں "۔

پھر فرمایا ———— "شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے رسالے "اوراد" میں لکھا ہے کہ ان "چہار عالم" میں سے ایک عالمِ ناسوت، دوسرا عالمِ ملکوت، تیسرا عالمِ جبروت اور چوتھا عالمِ لاہوت ہے "۔

پھر آپ نے ہر ایک کی تشریح فرمائی کہ ———— عالمِ ناسوت، عالمِ حیوانات ہے اس کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے۔ جیسے کھانا، پینا، سونگھنا، دیکھنا اور سننا۔ جب سالک ریاضت و مجاہدہ کے بعد اس عالم سے گزر جاتا ہے تو وہ دوسرے عالمِ ملکوت میں پہنچ جاتا ہے یہ فرشتوں کا عالم ہے۔ اس کا کام تسبیح و تہلیل اور قیام و رکوع و سجود ہے۔ اس مقام سے گزرنے کے بعد سالک عالمِ جبروت میں پہنچتا ہے، اِسے عالمِ روح بھی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق صفاتِ حسنہ سے ہے، جیسے ذوق و شوق، محبت و اشتیاق، طلب و وجد، سکر و سہو اور مجد و محو وغیرہ۔ جب سالک ان تمام صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ عالمِ لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ عالم بے نشاں ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک کا تعلق اپنی ذات سے بھی کٹ

جاتا ہے۔ اور یہی لامکان ہے۔ یہاں نہ گفتگو ہے اور نہ ہی جستجو۔ جیسا
کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

"اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی"

پھر فرمایا ـــــ عالمِ ناسوت صفتِ نفس، عالمِ ملکوت
صفتِ قلب، عالمِ جبروت صفتِ روح اور عالمِ لاہوت نظرِ رحمان
کی صفت ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ صفات ہیں،
نفس کی صفت، اس کا دنیا کی طرف میلان ہے، جو جائے شیطان
ہے۔ دل کی صفت، بہشتِ جاودان کی خواہشِ شدید اور روح
کی صفت طلبِ رحمان اور طلبِ اسرارِ نہاں ہے۔ جس نے نفس
کی اطاعت کی اس کا ٹھکانا جہنم، جس نے دل کی قدر کی اس کی
جگہ بہشت، اور جس نے روح کی تقلید کی اس کا مقام قربِ خدا ہے۔
پھر آپ نے حضرت شہاب الدین سہروردی کی یہ رباعی پڑھی۔

گر در رہِ تن روی، مہیا نار است ... ور در رہِ دل روی، بہشت دار است
ور در رہِ جاناں روی، جاناں خواہی ... قصہ حکنیم کہ حاصل ست، دیدار است

اس کے بعد آپ نماز پڑھنے لگ گئے۔ اور میں دوسرے لوگوں کے
ہمراہ واپس آ گیا۔

مجلسِ چہارم (۴)

دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی۔ مولانا بدرالدین، مولانا منہاج الدین، میراں سید محمدؒ اور دیگر عزیز حاضرِ خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا ——— "طالبِ حقیقی کو جان لینا چاہیے کہ زندگی وہی ہے جو یادِ خدا میں کٹے ورنہ موت۔"

پھر فرمایا ——— "خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا "کل نفس یخرج بغیر اللہ فھو میّت" یعنی سالک کا ہر سانس جو ذکرِ حبیب کے بغیر گزرا موت ہے" چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔" ؎

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست حیاتے دارد

پھر فرمایا ——— "جب یہ بات معلوم ہو گئی ہے تو سالک کو چاہیے کہ یادِ حق سے کبھی غافل نہ ہو۔ جہاں کہیں بھی ہو، اس کی یاد اور اس کے تصوّر کو دل و دماغ میں بساتے ہوئے ہو۔ جیسا کہ خود حکمِ خداوندی ہے کہ "فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ

جنوبھم" یعنی اللہ کو ہر حالت میں یاد کرو، خواہ کھڑے یا بیٹھے ہو یا لیٹے ہو اُسی کا ذکر کرتے رہو۔ پس رات دن اسی کی یاد میں رہو اور اس کی یاد کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ گزارو" پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

خوش وقت آن کسان کہ ہمہ روزنا بہ شب
تسبیحِ وردِشان ہمہ دوست دوست دوست

پھر فرمایا ــــــــ "یادِ خدا دائم الفرض ہے۔ اور دائم الفرض سے مُراد یہ ہے کہ سالک کا کوئی سانس بھی ذکر لآ الٰہ اِلّا اللہ مُحمّد رسول اللہ کے بغیر نہ آئے۔ حدیث پاک میں ہے۔ "من لم یود الفرض الدائم لن یقبل اللہ فرض الوقت" یعنی جو فرضِ دائم ادا نہیں کرتا اللہ اس کا فرضِ وقتی بھی قبول نہیں فرماتا۔ فرضِ وقتی یہ چار ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ اور لا الٰہ الا اللہ مُحمّد رسول اللہ کا ذکر، فرضِ دائم ہے۔ پس سالک کو اس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتی فرماتے ہیں۔

مزن بے یادِ مولا یک نفس را
اگر در صومعہ یا در کنشتی

پس سالک کو چاہیے کہ ہر سانس لیتے وقت ذاکر ہو۔ تاکہ اس ذکرِ دوام سے اصلاحِ قلب ہو۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے "لکل شیئ مصقلة و مصقلة القلب ذکر الله تعالیٰ" یعنی ہر چیز کو جِلا دینے والی چیز بھی ہوتی ہے اور دل کو جلا دینے والی چیز ——— ذکرِ خدا ہے "

پھر فرمایا ——— "کئی درویشوں کی زبان سالک اور دل مشغول بھی ہوتا ہے میں نے حضرت خواجہ محبوب الٰہی کی زبان مُبارک سے سُنا ہے کہ ——— ذکر کی دو[2] قسمیں ہیں، ایک خفی اور دوسری جلی۔ سالک کو ابتداً ذکرِ جلی میں مشغول ہونا چاہیے اور پھر خفی میں۔ ذکرِ جلی، ذکرِ زبان کو کہتے ہیں۔ اِسے اپنا معمول بنا لینا چاہیے تاکہ اس کی کثرت سے ذکرِ خفی حاصل ہو جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ——— پہلے تین بار لا الٰہ الا اللہ، چوتھی بار محمد رسولُ اللہ، پانچویں بار لا الٰہ الا اللہ، چھٹی بار محمد رسولُ اللہ، ساتویں بار لا الٰہ الا اللہ، اور آٹھویں بار محمد رسولُ اللہ کہے "

پھر فرمایا ——— دورانِ ذکر اپنے ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھے اور سر کو بائیں طرف سے دائیں جانب کو حرکت دے۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تصوّر کرے کہ جو کچھ خدا کے سوا دل میں ہے اُسے نکال باہر کیا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ؎

تا بجاروب "لا" نہ روبی راہ
نرسی در سرائے "اِلّا اللہ"

پھر ——— سر کو دائیں سے بائیں طرف لے جائے اور لا الٰہ الّا اللہ کہے۔ یہ کہتے وقت خیال کرے کہ اللہ جلّ وعلا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے بعد اسم "اللہ" کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ (دل سے) اللہ اللہ کی آواز اپنے کانوں سے سُننے تک اس ذکر پر مداومت کرے۔ ذکرِ خفی کا طریقہ یہ ہے جیسا کہ شیخ الشیوخ خواجہ فرید الدّین گنج شکر کا فرمان ہے کہ ایک ساعت سانس روکے، جتنا آسانی سے روک سکے اور دل ہی دل میں ذکر کرے اس سے دل کی کدورتیں صاف ہو جاتی ہیں۔"

پھر فرمایا ——— یہ راستہ (سلوک) کم کھانے اور رات کو بیدار رہنے کا ہے۔ اگر میسّر ہو تو خشک روٹی کھائے۔"

بندہ نے دریافت کیا کہ کتنا کھانا چاہیے۔؟

آپ نے فرمایا ——— "حدیث شریف میں آیا ہے" ینبغی

للسالک تقلیل الطعام" یعنی سالک کو کم مقدار کھانا چاہیے۔ اتنا نہ کھائے کہ سانس لینا ہی مشکل ہو جائے۔ اگر ایک روٹی کی طلب ہے تو دو روٹیاں نہ کھائے تاکہ اس پر عبادات و فرائض میں سُستی و کاہلی غالب نہ آئے۔"

پھر فرمایا ——— "سالک کو اکثر روزے سے رہنا چاہیے اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔"

پھر فرمایا ——— "حضرت خواجہ شیخ فریدالدّین قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ سالک کو علم ہونا چاہیے کہ وہ تزکیہ، تصفیہ اور تجلّیہ کیے بغیر کوئی مقام حاصل نہیں کر سکے گا، اور نہ ہی اس میں درویشوں کے اوصاف و خصائل پیدا ہوں گے۔ ان کا حصول تین مراتب کے حصول کیلیے ہے۔ ایک شریعت، دوسری طریقت اور تیسری حقیقت۔ حصولِ شریعت، تزکیۂ نفس میں ہے، یعنی کم کھائے اور رات کا بیشتر حِصّہ نوافل میں گزارے اور حصولِ طریقت، تصفیۂ دل میں ہے، یعنی پابندِ صوم و صلوٰۃ ہو اور ہر وقت ذکرِ جلی میں مشغول رہے، اور حصولِ حقیقت تجلیۂ روح میں ہے یعنی خفی و جلی روزہ رکھے اور ہر وقت ذکرِ خفی میں مشغول رہے۔"

پھر فرمایا ــــــ "تجلیۂ روح کا حاصل ہونا یہ ہے کہ خزینۂ دل کے یہ سات گراں بہا گوہر روشن تر ہو جائیں۔ پہلے گوہرِ ذکر حاصل ہو، جس کی صفت یہ ہے کہ موجودات کا وجود، کُل سے جدا ہو جائے۔ اس کے بعد گوہرِ عشق ظاہر ہو اور اس کے ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام شوق و اشتیاق، درد و اندوہ اور حیرانی و بے خودی طلبِ خدا میں ہو۔ اس کے بعد گوہرِ محبت پیدا ہو، اس کی علامت یہ ہے کہ دل غیرِ خدا کی محبت سے خالی ہو جائے اور ہر وقت رضائے خدا کا طلبگار رہے، تاکہ خدا بھی اس سے راضی ہو۔ اس کے بعد گوہرِ سِر ظاہر ہو۔ جس کا مطلب اسرارِ الٰہی سے واقفیت اور آگاہی حاصل ہونا ہے۔ پھر گوہرِ روح پیدا ہو، اور اس کی صفت یہ ہے کہ کسی وقت بھی اطاعتِ خُدا سے روگرداں نہ ہو۔ اس کے بعد گوہرِ معرفت حاصل ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ "حق" اس کی زندگی پر حادی ہو جائے، وہ حق سُنے، حق کہے اور حق چلے۔ اس کے بعد گوہرِ فقر پیدا ہو اور اس کی صفت دونوں جہانوں سے استغنائے کامل ہے"۔

پھر فرمایا ــــــ "جسے یہ مقام حاصل ہو گیا وہ حقیقت کے اعلیٰ ترین مرتبے میں پہنچ گیا اور تجلّیات الٰہیہ کے انوار سے مُنوّر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دو انگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار جہان

پیدا فرما دیتا ہے۔ اور وہ ان کے مشاہدے سے قدرتِ الٰہی کا نظارہ کرتا ہے۔ وہ دریائے معرفت میں غوّاصی کرتا ہے، جتنا اس کی قسمت میں ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس سعادت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھے۔"

پھر آپ نے حضرت سلطان المشائخ کے یہ اشعار پڑھے:۔

(یہاں دو شعر درج ہیں)

اس کے بعد حضور بندہ نواز حجرہ میں مشغول بحق ہوئے، اور میں دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آگیا۔

٭

روحُ القُدُس سے پُوچھ کہ بشریّتِ حضُور
کتنی لطیف تر ہے فرشتوں کے نور سے

٭ معینؔ نظامی

مجلسِ پنجم

دولتِ پائے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا محمّد مُساوی، مولینا منہاج الدّین، مولانا بدرالدّین اور کئی دوسرے لوگ حاضرِ خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا ــــــ "صحیح وقت میں ادا کی گئی نماز کے فضائل و فوائد بیان نہیں کیے جا سکتے۔ میں نے "صلوٰۃ مسعودی" میں حضرت امام باقر کی روایت سے دیکھا ہے کہ نماز ٹھیک وقت پر ادا کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ وقتِ مکروہ شروع ہو جائے۔ ایسے وقت میں ادا کی گئی نماز باطل ہو گی۔"

پھر فرمایا ــــــ "حجۃ المسلمین" میں لکھا ہے کہ صحیح وقت پر ادا کی گئی نماز ہی معتبر و مقبول ہے۔ فرض نماز کے اوقات یہ ہیں۔ فجر، صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب تک، ظہر، سورج ڈھلنے کے بعد اصلی سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ دوچند ہونے تک، عصر، ظہر کا وقت ختم ہونے سے غروبِ آفتاب تک۔ اور مغرب، عصر کا وقت ختم ہونے سے سُرخی کے بعد پیدا ہونے والی سفیدی کے ختم ہونے

تک ہے۔"

پھر فرمایا ——— "امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مغرب کا وقت صرف اتنا ہے کہ وضو کر کے پانچ رکعت نماز ادا کرلے۔ اور عشاء کا وقت مغرب کے وقت کے ختم ہونے سے صبح صادق تک ہے۔"

پھر فرمایا ——— "میں نے حضرت خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین اولیاءؒ کی زبان سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں جو نمازیں ادا کی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم کا تعلق وقت سے، دوسری کا سبب سے اور تیسری کا نہ وقت سے اور نہ ہی سبب سے ہے۔ وقت سے متعلق نمازوں میں سے ہر روز ادا کی جانے والی نمازیں یہ ہیں: پانچ فرض اور تین[3] نفل، ایک نماز چاشت، دوسری آٹھ رکعت اوابین، اگر آٹھ رکعت نہ پڑھ سکے تو دو[2] دو[2] رکعت کر کے چھ رکعت ادا کرے، تیسری ہر وہ نماز جو حضور نے ادا کی۔ سال میں ادا کی جانے والی نمازیں چار ہیں۔ دو نمازِ عیدین، ایک نمازِ تراویح اور ایک نمازِ شب برات۔ ان کا تعلق بھی وقت سے ہے۔ سبب سے تعلق رکھنے والی نمازیں دو[2] ہیں۔ ایک نمازِ استسقا اور دوسری نمازِ کسوف

وخسوف۔ وہ نماز جو نہ وقت سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی سبب سے، ایک نمازِ تسبیح ہے یہ جب دل چاہے پڑھی جا سکتی ہے۔"

پھر فرمایا ——— "جو کوئی چاہتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اسے یہ ترتیب ملحوظ رکھنی چاہیے۔ پہلے صبح کے وقت وضو کرے اس کے بعد دو رکعت "شکر اللہ" ادا کرے۔ پھر تین[3] بار یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ط

اس کے بعد صبح کی دو[2] رکعت سُنّت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ اور دوسری میں اَلَمْ تَرَ كَيْفَ پڑھے۔ پھر جب صبح کی نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ نُوْرَنَا وَزِدْ سُرُوْرَنَا وَحُضُوْرَنَا وَزِدْ طَاعَتَنَا وَزِدْ نِعْمَتَنَا وَمَحَبَّتَنَا وَزِدْ عِشْقَنَا وَزِدْ شَوْقَنَا وَزِدْ ذَوْقَنَا

وَزِدْ مَعْرِفَتَنَا وَحَالَتَنَا وَزِدْ حَوْلَنَا وَزِدْ عِلْمَنَا وَزِدْ حِلْمَنَا
وَزِدْ قُوَّتَنَا بِحُرْمَةِ جَمِيْعِ حُرُوْفِ الْقُرْاٰنِ وَبِحُرْمَةِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ہے اس وقت کو غنیمت سمجھے اور طلوعِ آفتاب تک
مشغول رہے۔ اس کے بعد نمازِ اشراق پڑھے اور پھر مشغول بحق ہو۔
پھر جب نمازِ چاشت کا وقت ہو جائے تو چار چار رکعت کر کے
بارہ رکعت ادا کرے۔ پہلی چار رکعتوں میں بالترتیب اِنَّا اَوْحَيْنَا
اِنَّا اَرْسَلْنَا، اِنَّا اَنْزَلْنَا، اِنَّا اَعْطَيْنَا، دوسری چار رکعتوں میں
بالترتیب وَالشَّمْسِ، وَاللَّيْلِ، وَالضُّحٰى اور اَلَمْ نَشْرَحْ
اور تیسری چار رکعتوں میں بالترتیب چاروں قُل پڑھے۔ پھر
زوال کے وقت، جب سایہ معمولی ڈھل جائے تو چار رکعت
فی الزوال ادا کرے اور ظہر کی چار سنتوں میں بالترتیب چار
قُل پڑھے "

پھر فرمایا ——— "حجۃ الاسلام" میں لکھا ہے کہ جو کوئی عصر
کے بعد پانچ بار سورہ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ پڑھے گا وہ خدا کی محبت
میں اسیر ہو جائے گا "

اس کے بعد فرمایا ——— "شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سے نقل ہے کہ مغرب کے بعد بیس رکعت اوابین ادا کرے اور ان میں جو سورۃ جانتا ہے پڑھے اور پھر سر بسجدہ ہو کر یہ دعا کرے۔ "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ تَوْبَةً تُوْجِبُ مَحَبَّتَكَ فِیْ قَلْبِیْ یَا مُجِیْبَ التَّوَّابِیْنَ"۔ پھر دو (۲) رکعت حفظ الایمان پڑھے پہلی رکعت میں سات بار سورۂ اخلاص، ایک بار سورۂ ناس اور ایک بار سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں بھی یہی پڑھے۔ پھر سجدے میں یہ دعا تین بار کرے "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ" اللہ تعالیٰ اُسے لازوال دولتِ ایمان سے مالا مال کرے گا"۔

پھر فرمایا ——— "میں نے "اسرار الاولیا" میں پڑھا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد، جو کوئی دو رکعت برائے روشنائی چشم پڑھے گا اس کی قوتِ بصارت کی تیزی کا یہ عالم ہو گا کہ اُسے دن میں آسمان پر تارے نظر آئیں گے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۃ انا اعطینک پڑھے اور سر بسجدہ ہو کر یہ دعا مانگے "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ"

پھر فرمایا ——— میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ آدھی آدھی رات کو اُٹھ کر وضو کیا کرے اور دو (۲) رکعت "صلوٰۃ العاشقین" کا معمول بنا لے۔ ہر رکعت میں سورہ

فاتحہ کے بعد سوؔ بار اللہ اللہ کہے اور پھر ذکرِ خفی و جلی میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد چار چار رکعت کر کے بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیۃ الکرسی، دوسری رکعت میں پانچ بار سورۂ اخلاص، تیسری رکعت میں تین بار آمن الرسول اور چوتھی رکعت میں تین بار اخلاص پڑھ کر یوں دست بدعا ہو " بسم اللہ الرحمن الرحیم یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَیَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَیَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ وَیَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ اَرْشِدْنِیْ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ تَوَکَّلْتُ عَلَیْكَ یَا رَبِّ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ یَا رَبِّ اَرْجُوْكَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ "۔

پھر فرمایا ——— " شب بیداری میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ رات کے پہلے حصّے میں بیدار رہتے ہیں، اور بعض آخری حصّے میں، اور بہترین طریقہ یہی ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الحق والشرع والدّین قدس سرّہ کا معمول تھا کہ آپ نصف شب کو بیدار ہوتے، مولانا مؤذّن حاضر ہوتے ان کی اقتدا میں نمازِ عشا ادا کرتے اور پھر صبح صادق تک بیدار رہتے۔ یہ تمام

وقت آپ تلاوت، نماز اور ذکر فکر میں گزارتے تھے۔"

پھر فرمایا ——— "مشائخ سلف نے اس قسم کی جانگداز ریاضتیں کی ہیں تب جاکر کہیں مقامِ قرب حاصل کیا ہے۔ اگرچہ ان پر اللہ کا خاص کرم تھا مگر وہ پھر بھی ایسا اجتہاد کرتے تھے۔

گرچہ ایزد دہد ہدایتِ دیں　　بندہ را اجتہاد باید کرد
نامہ کان بحشر خواہی خواند　　ہم ازینجا سواد باید کرد

اس کے بعد ——— آپ نماز میں مصروف ہو گئے۔ میں انبوہِ خلائق کے ساتھ واپس آگیا۔

اپنے عیبوں کی طرح، اپنی برائی کی طرح
اپنی اچھائی کو لوگوں سے چھپایا جائے

اس میں خود کو بھی کبھی جھانک لیا جائے معینؔ
دوسروں کو ہی نہ آئینہ دکھایا جائے

(۶) مجلسِ ششم

سعادتِ قدم بوسی حاصل ہوئی ۔ کئی عزیزان، اہلِ سلوک حاضر تھے ۔

آپ نے فرمایا ـــــــــ "دنیا و آخرت اور ما فیہا میں تمام عبادات سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے ۔ پس جب اس سے افضل اور کوئی عبادت نہیں تو لوگوں کو اس جلیل القدر نعمت سے غفلت نہیں برتنی چاہیے ۔ انہیں چاہیے کہ اپنے آپ کو اس سعادتِ دارین سے بے بہرہ نہ رکھیں اور اس سے فیوض و برکات حاصل کریں ۔"

پھر فرمایا ـــــــــ "حجۃ الاسلام" میں لکھا ہے کہ قرآن جس دل میں بھی آتا ہے اُسے معصیت و ضلالت اور حرص و آز سے پاک کر دیتا ہے ۔"

اس کے بعد فرمایا ـــــــــ "میں نے شیخ المشائخ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء سے سُنا ہے کہ تلاوتِ قرآنِ پاک کے (۲) فائدے

ہیں۔ ایک تو یہ کہ تلاوت کرنے والے کو کبھی ضعفِ بصارت کی شکایت نہ ہوگی۔ دوسرا یہ کہ جب وہ تلاوت کرے گا تو اُس کے نامۂ اعمال میں ہزار سالہ عبادت کا ثواب لکھا جائے گا، اور اس کے اتنے ہی گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

پھر فرمایا ——— "مصباح الاسلام" میں ہے کہ جب حافظِ قرآن تلاوت کرتا ہے تو اس کی رُوح پر ایک ہزار ایک تجلیات کی ریزش ہوتی ہے، جس سے اس کی روح قندیلِ نور بن جاتی ہے۔"

پھر فرمایا ——— "قیامت کے دن تمام حُفّاظِ قرآن جنّت میں جائیں گے جہاں ہر ایک علیحدہ علیحدہ دیدارِ الٰہی سے مشرّف ہوگا، جبکہ تمام انبیاء و اولیاء کو اکٹھا ہی دیدار ہوگا۔"

پھر فرمایا ——— "میں نے "دلیل السّالکین" میں پڑھا ہے کہ جو کوئی قرآن پاک کو بآسانی یاد کرنا چاہے، اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے سورۂ یوسف یاد کرے اور اکثر اس کی تلاوت کیا کرے۔ اس کی برکت سے مقصودِ دلی کا جلد حصول ہوگا۔"

پھر فرمایا ——— "حضرت خواجۂ خواجگان شیخ الاسلام معین الدّین چشتی اجمیریؒ سے روایت ہے کہ ——— حضرت خواجہ ابو یُوسف چشتی قدّس سرّہ العزیز کو قرآن پاک یاد نہیں تھا

اِس وجہ سے آپ اکثر پشیمان و سرگرداں رہتے۔ ایک شب خواب میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا "اے ابو یوسف! وجہ ملال اور باعثِ افسوس کیا ہے؟" عرض کی "یا رسول اللہ! حفظِ قرآن جیسی سعادتِ عظمٰے سے محروم ہوں" آپ نے فرمایا "کوئی بات نہیں، ہر روز سورہٴ یوسف کی تلاوت کیا کرو، قرآن پاک یاد ہو جائے گا" حضرت ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے بیدار ہو کر حضورِ اکرم کے حکم پر عمل کیا اور سورہٴ یوسف کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لیا، اللہ کے فضل وکرم سے چند ہی دنوں بعد مجھے قرآن پاک یاد ہو گیا، اور میں اب تک پانچ ختم روزانہ کرتا ہوں"

پھر فرمایا ——— "خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کو پہلے قرآن پاک یاد نہ تھا، اور آپ اپنی اس محرومی کی وجہ سے افسردہ رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ——— "ایک رات مجھے قبلہٴ عالمیان صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے قدمبوسی کے بعد عرض کی کہ میرے دل میں ایک دیرینہ آرزو مچل رہی ہے اگر حضور کا حکم ہو تو عرض کر دوں" آپ نے فرمایا "کہو"، میں نے کہا۔ "میں قرآن پاک حفظ کرنا چاہتا ہوں" آپ نے مجھے حکم دیا کہ سورہٴ یوسف

کی تلاوت کیا کرو تاکہ قرآن پاک جلد یاد ہو جائے۔" بیدار ہو کر میں نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی برکت سے میں بہت جلد ہی حافظِ قرآن ہو گیا۔"

پھر فرمایا ——— "حفظ قرآن کے خواہشمندوں کو سورۂ یٰس کی تلاوت پر مداومت کرنی چاہیے تاکہ اس کی برکت سے جلد منزل سے ہمکنار ہوں۔"

اس کے بعد آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور ہم سب لوگ واپس آ گئے۔

⁂

خس و خاشاک و لالہ و گُل میں
ایک ہی حُسن دلبرانہ ہے

ایسا لگتا ہے کائنات میں مُعین
آئینوں کا طلسم خانہ ہے

(۷)
مجلس ہفتم

قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا بدرالدین، مولانا منہاج الدین، مولانا محمد مساوی، میراں سید محمد اور دوسرے احبابِ طریقت حاضرِ مجلس تھے۔

آپ نے فرمایا ــــــ "جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا جامِ صافی نوش کر لیا اسے غیر کی محبت سے کیا کام؟ جس دل میں اللہ کی محبت نے بسیرا کیا وہاں غیر کی محبت نہیں رہ سکتی۔"

پھر فرمایا ــــــ "انیس الارواح" میں ہے کہ ایک بزرگ عالمِ سکر میں تھے اور یوں کہہ رہے تھے "لَیْسَ لِیْ سِوَاكَ حَظٌّ وَلَا قَلْبِیْ بِغَیْرِكَ رَاغِبٌ"، یعنی تیرے بغیر کوئی اور میرا نصیب نہیں اور میرا دل تیرے بغیر اور کسی طرف مائل نہیں۔"

پھر فرمایا ــــــ "محبّت کا مقام، ہر مرتبے سے بلند اور ہر درجے سے افضل ہے۔ اس بلند ترین مقام کے لائق وہی ہے جو اپنی تمام خواہشات ترک کر دے، اور اللہ تعالیٰ

کے سوا اُسے کسی کا ہوش نہ ہو"۔

پھر فرمایا ——— "میں نے سلطانُ المشائخ کی زبانِ حق ترجمان سے سُنا ہے کہ محبّتِ الٰہی کی دو (۲) قسمیں ہیں ۔ ایک محبّتِ ذات اور دوسری محبّتِ صفات ۔ محبّتِ ذات ، مواہب سے ہے اور مواہب محض عطیۂ خداوندی کو کہتے ہیں ، اس میں کسب و عمل کو مطلقاً دخل نہیں ہوتا ۔ محبّتِ صفات ، مکاسب سے ہے اور اس کا دار و مدار ذاتی مساعی پر ہے"۔

پھر فرمایا ——— "اسرار العارفین" میں ہے کہ جب مبتدی میدانِ محبت میں آتا ہے تو ،

ع اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

ایک خلق ، دوسری دنیا ، تیسری نفس ، اور چوتھی شیطان ، یہ چار مشکلات اسے درپیش آتی ہیں ۔ پس انبوہِ خلائق سے بچنے کا طریقہ گوشہ نشینی ، حُبِّ دنیا سے محفوظ رہنے کا طریقہ قناعت ، اور نفس و شیطان کے شر سے مامون رہنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت اس کا لطف و کرم اور مدد طلب کرنا ہے ، کیونکہ یہ دونوں انسان کے دیرینہ دشمن ہیں اور طالب کو حُبِّ خدا سے حُبِّ دنیا جیسی لعنت میں مبتلا کر دیتے ہیں ۔

پھر فرمایا ـــــــــ "مونس الارواح" میں ہے کہ کسی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ آپ نے مقامِ محبّت کیسے حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا "ارادت کے تین دنوں میں سے پہلے دن مَیں نے دنیا و مافیہا کو الوداع کہہ دیا، دوسرے دن ترکِ عقبیٰ و مافیہا کیا اور تیسرے دن کوئے محبّت میں خیمہ زن ہو گیا"۔ جب یہ بات حضرت رابعہ بصری نے سُنی تو انہوں نے فرمایا ـــــــــ "حسن پہنچا، مگر دیر سے پہنچا۔ جب مجھے طلبِ حق کی خواہش ہوئی تو میں نے پہلا قدم اپنی خودی کے گلے پر رکھ کر اُسے فنا کر دیا، دوسرے قدم سے عقبیٰ کو برباد کر کے، تیسرا قدم منزلِ دوست میں رکھا"۔

پھر فرمایا ـــــــــ "محبّتِ خاص یہ ہے کہ اپنی عزیز ترین چیز رضائے جاناں پر قربان کر دی جائے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خدا کی رضا کی خاطر اپنے لختِ جگر کو قربان کرنا چاہا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم اپنے بیٹے کو مت قربان کر، ہم نے اس کے بدلے میں باغِ فردوس سے دنبہ بھیجا ہے اِسے قربان کر اپنے بیٹے کو چھوڑ دے"۔ یہ کہہ کر آپ کافی دیر ایک خاص عالم میں روتے رہے۔ جب ذرا سنبھلے تو فرمایا ـــــــــ "دعویٔ محبّت میں وہ شخص صادق ہے، جس کے ٹکڑے

ٹکڑے بھی کر دیں یا اسے آگ میں جلا دیں اور وہ ثابت قدم رہے
اگر ایسا نہیں تو وہ مُدعی جھوٹا ہے۔"
پھر فرمایا ——— "دلیل العاشقین" میں ہے کہ جب منصورؒ
کو سرِ بازار لائے اور حکم ہوا کہ پھانسی دے دی جائے تو وہ خود رقص
کرتے ہوئے پھانسی کے تختے پر چڑھ گئے۔ اور لوگوں کی طرف
دیکھ کر بولے، "لوگو! محبت اور عشقبازی دو رکعت نماز ہے
اور اس کے لیے پھانسی پر چڑھ کر اپنے خون میں نہانا پڑتا ہے۔"
پھر خواجہ شبلی نے ان سے سوال کیا کہ کمالِ محبت کیا ہے؟ انہوں
نے فرمایا "عاشق کے ہاتھ پاؤں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، اُسے
پھانسی پر لٹکا دیں، محبوب کی خاطر اس کا خون بہائیں، ایک بار
مار کر جلا کر راکھ کر دیں پھر وہ راکھ آبِ رواں میں ڈال دیں لیکن
پھر بھی "عشق عشق" کی آواز آتی رہے ——— یہ ہے کمالِ محبت
اور جو ایسا جاں نثار ہو گا، وہی اس مقامِ ارفع و اعلیٰ کا سزاوار
ہو گا۔" یہ واقعہ بیان کرتے وقت آپ کی آنکھیں بھیگ گئیں،
اور آپ بے ساختہ رونے لگے۔ دورانِ گریہ فرمایا "منصورؒ
نے یہ کہہ کر ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔"
پھر فرمایا ——— "میں نے حضرت شاہ نظام الحق والدین اولیاؒ

رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے یہ رُباعی سُنی ہے۔

آں روز مبادکز تو بیزار شوم | یا با دگرے دریں جہاں یار شوم
گر بر سرِ کوئے تو مرادار کنند | خود رقص کناں بر سرِ آں دار شوم"

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ــــــ مصر میں ایک دیوانہ تھا اس کی گردن طوق و سلاسل اور دست و پا بیڑیوں میں جکڑے ہوتے تھے۔ ایک دن وہ کسی علاج گاہ کے پاس پڑا ہوا تھا کہ شیخ الاسلام ابو علی فارمدی وہاں سے گزرے۔ دیوانے نے انہیں دیکھ کر کہا "اے مردِ خدا اِدھر آ"، آپ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ "آج رات جب تو مشغولِ بحق ہو تو دوست تک میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تیری عظمت و جلال کی قسم! اگر سات آسمانوں اور زمین کی تمام بلائیں بھی طوق و زنجیر بن کر میری گردن اور ہاتھ پاؤں کو جکڑ لیں تو بھی میرے دل میں موجود تیری محبت میں سرِ مُو فرق نہ آئے گا[1]" یہ حکایت بیان کر کے آپ زار و قطار رونے لگے۔

---

[1] لطفِ جفا و جورِ تو بر من حرام باد
گر من بجز وفایِ تو کارِ دگر کنم

پھر فرمایا ——— "ایک بزرگ جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک آدمی نظر آیا جو سخت سردی میں ایک پتھر پر ننگے پاؤں کھڑا تھا۔ اور پتھر مناسب گرم تھا۔ اس آدمی کی نگاہیں آسمان کی طرف جمی ہوئی تھیں اور وہ مبہوت و متحیر تھا۔ اس بزرگ نے دل میں سوچا کہ سبحان اللہ! دوست کی محبت و استغراق کا کیا ہی عالم ہے! جب وہ اس آدمی کے پاس پہنچے تو اپنی آنکھوں کو اس کے پاؤں پر رگڑا۔ اچانک وہ آدمی جیسے ہوش میں آگیا اور ہاتھ نیچے کر کے اس بزرگ کے سر پر رکھ کر کہنے لگا "اے عزیز! دوستی کا تقاضا نہیں کہ میں تجھ سے اتنی بھی گفتگو کروں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوست جوشِ غیرت سے مجھے اپنے سے دور کر کے تم میں مشغول کر دے"۔ یہ کہہ کر وہ پھر مستغرق ہو گیا"۔

پھر فرمایا ——— "محبت اور عزت ایک ہی درخت کے پھل ہیں، جہاں محبت زیادہ ہو گی وہاں عزت بھی زیادہ ہو گی"۔

اس کے بعد ——— عالمِ تحیر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

آپ نے فرمایا ——— "عالمِ تحیر ایک بہت بڑا عالم ہے اور اس تک صرف کسی با نصیب آدمی ہی کی رسائی ہو

سکتی ہے"

پھر فرمایا ——— "جو کوئی اس عالم میں ہے، وہ ہر وقت یادِ خدا میں متحیر اور مدہوش رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو یادِ دوست میں اور اگر کہیں بیٹھا ہے تو بھی خیالِ یار ہی میں مست ہے۔ اس کی نیند درحقیقت اللہ کی عظمت و قدرت کے گوناگوں کرشموں کے مشاہدے میں کٹتی ہے اور اس کی بیداری بھی اسی کے حجابِ جلال و جمال کے گرد" اس کے بعد آپ نے یہ رُباعی پڑھی :-

عاشق بہ ہوائے دوست مدہوش بود

وز یادِ محبتِ خویش بے ہوش بود

فردا کہ ہمہ بحشر حیراں باشند

نامِ تو درونِ سینہ در جوش بود

پھر فرمایا ——— "اہلِ تحیر صبح کی نماز میں طلوعِ آفتاب تک محو رہتے ہیں۔ ان کی آرزو ہوتی ہے کہ ہمارا یہ عمل نگاہِ یار میں مقبول و منظور رہے"

پھر فرمایا ——— "دلیل العارفین" میں ہے کہ ایک بزرگ عالمِ سُکر میں آسمان کی طرف نظریں جمائے حیران کھڑے

تھے۔ اسی دوران عرش نے کرسی اور کرسی نے عرش سے پوچھا "کیا حال ہے؟" جب انہوں نے یہ دیکھا اور سُنا تو نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے، تو ایک مرید حاضر تھا اس نے پوچھا "یا شیخ! یہ کیا حالت تھی؟ اور اتنا خوف کس وجہ سے تھا؟" انہوں نے فرمایا "میں عالمِ سکر میں عرش کو کرسی اور کرسی کو عرش سے یہ کہتے سُنا کہ کیا حال ہے؛ پس میں سمجھ گیا کہ خُدا کی خدائی میں عرش سے فرش تک جو کچھ ہے وہ اسی کے اوصاف میں متحیّر و مدہوش ہے۔ اسی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں بے ہوش گیا۔" یہاں پہنچکر آپ نے آنسوؤں سے رندھی ہوئی آواز میں حضرت نظامی کا یہ شعر پڑھا۔

نظامی ایں چہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسی ترسی بجنباند زباں در کش زباں در کش

جب حضرت خواجہ یہ شعر تمام کر چکے تو میں نے قدمبوس ہو کر عرض کی "حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مناسب حال اشعار یاد آ گئے ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں۔" آپ نے فرمایا "ہاں کہو۔" پھر میں نے یہ شعر سُنائے۔

(نو اشعار کی ایک غزل درج ہے)

میں غزل پڑھتا رہا۔ آپ روتے اور سرد آہیں بھرتے رہے اس کے بعد آپ نے بندہ کو غایتِ لطف و کرم سے جبۂ خاص اور چار ترکی ٹوپی عنایت کی :۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

پھر فرمایا ——— " اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا اور ظاہری و باطنی احوال دیکھنے والا ہے ۔ کائنات کی ہر چیز اسی کا مظہر ہے ۔"

اس کے بعد آپ نماز میں مشغول ہوئے، میں اور دوسرے لوگ واپس آ گئے ۔

٭

میں اپنے ملک میں قانونِ مصطفٰےؐ کے سوا
کسی نظام کو ہرگز روا نہیں کہتا
معینؔ اپنے گریباں میں جب سے جھانکا ہے
میں دوسروں کو ذرا بھی برا نہیں کہتا

٭

مجلس ۱۳

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی ۔ مولانا محمّد مساوی ، مولانا محمّد قیام الدّین ، مولانا بدرُالدّین اور دیگر عزیزان حاضرِ خدمت تھے ۔

آپ نے فرمایا ـــــــ "میں نے شیخ الاسلام حضرت شاہ نظامُ الدّین اولیاء قدس سرہٗ کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں ۔ ایک حلال ، دوسری حرام ، تیسری مکروہ ، چوتھی مباح ۔"

اس کے بعد آپ نے ہر ایک کی یوں تشریح کی کہ ـــــــ "اگر صاحبِ وجد کے دل میں حُبِّ غیر کی بہ نسبت حُبِّ خُدا زیادہ ہو تو مباح ، اگر یادِ غیر زیادہ ہو تو مکروہ ، اگر دل میں صرف خُدا ہی کی یاد اور محبّت ہو تو حلال اور اگر صرف یادِ مجاز ہی ہو تو حرام ہے ۔"

پھر فرمایا ـــــــ "صوتِ موزوں یعنی گانا کیسے حرام

ہوگا، جب کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ سماع اسرارِ الٰہی میں سے ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ "اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ" جب وہ حیوانی خصلتیں جو ہر ایک کی ذات میں موجود ہوتی ہیں، اس کی ذات میں نہ رہیں اور اس کے دل میں انسانی خصائل غلبہ حاصل کر لیں اس وقت اسرارِ الٰہی کا ظہور ہوگا اور جب وہ ظاہر ہوں گے تو ان کے ذوق سے رقص طاری ہوگا۔"

(ایک شعر درج ہے)

پھر فرمایا ــــــــ "صحیح بخاری میں ہے کہ ایک لونڈی اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دف بجا کر گا رہی تھی۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے اسے منع کیا، لیکن حضورِ اکرم نے فرمایا" انہیں کچھ نہ کہو، ہر قوم کی اپنی عید ہوتی ہے۔"

پھر فرمایا ــــــــ "عوارف" میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے پاس گانا ہو رہا تھا کہ حضورِ اکرم تشریف لے آئے۔ پھر حضرت عمر فاروق آئے

انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سرود سنتے ہیں اور روتے ہیں تو وہ گریہ کرنے لگے۔ پھر امیر المومنین عثمان بن عفّان اور علی بن ابی طالب تشریف لائے۔ وہ بھی گانا سُن کر رونے لگے۔ نمازِ ظہر کے وقت مجلس برخاست ہوئی اور سب نے دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کی۔"

پھر فرمایا ——— "ایک دن ایک عالِم حضرت شیخ المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ چنگ و رُباب سے سماع اور صوفیوں کا رقص کیوں کر جائز ہے، آپ نے فرمایا" اے عزیز سماع فی نفسہٖ نہ حرام ہے اور نہ ہی حلال۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کو حلال قرار دیا ہے اور ایک کو حرام۔ پس حرام سے اجتناب ضروری ہے اور حلال کو سننے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔"

پھر فرمایا ——— "سماع درد مندوں کی دوا ہے، جس طرح جسمانی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اور وہ صرف اور صرف سماع ہے۔ بیماری کا علاج نہ کرنا ——— خود کُشی کے مُترادف ہے اور امامِ اعظم حضرت ابو حنیفہ کے نزدیک خود کُشی حرام ہے۔ اسی

لیے دردمندوں اور دلفگاروں کے لیے حضرت امام صاحب بھی سماع کو جائز کہتے ہیں۔ بے دردوں اور نفس کے غلاموں کے لیے سماع شریعت و طریقت کی رُو سے حرام ہے، جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جہاں پُر سماع است مستی و شور
ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

پریشاں شود گُل بہ بادِ سحر!
نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر

پھر یہ حکایت بیان فرمائی ـــــ" اصفہان کے بادشاہ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ بادشاہ کو اس سے بڑی محبت تھی اور وہ ہر وقت اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا اور ایک لمحہ بھی اپنے سے جُدا نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک دن بادشاہ حرم سرا میں گیا ہوا تھا اور شہزادہ کو فرصت تھی۔ وہ سیر کی غرض سے باہر نکل کھڑا ہوا، راستے میں اس نے گانے کی آواز سُنی۔ آواز کا جادُو شہزادے پر اپنا کام کر گیا، اس نے ایک نعرہ مارا اور گھوڑے سے گر پڑا، خادموں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور گھر واپس لائے۔ بادشاہ شہزادے کی بیماری سے بہت مُتفکر ہوا۔ دور دراز سے ماہر معالج

قابل حکیم اور تجربہ کار طبیب بلائے گئے۔ ہر چند کہ انہوں نے بڑی کوششیں کیں مگر بیماری کی تشخیص بھی نہ کر سکے۔ آخر نوبت یہانتک پہنچ گئی کہ شاہزادہ خورد و نوش اور گفت و شنید سے بھی معذور ہو گیا، وہ ہر وقت متحیّر و مدہوش رہتا۔ کچھ دنوں یہی کیفیت رہی آخر وہ اسی مرض سے فوت ہو گیا۔

اس کی وفات کے بعد ـــــــ بادشاہ نے اس کا پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا، تاکہ اس کی بیماری دریافت کی جا سکے، کیونکہ وہ شروع میں یہ کہتا تھا کہ "ہائے ـــــــ میرا دل جل رہا ہے" شاہی حکم کی تعمیل میں جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو دل کی جگہ ایک سُرخ اور نہایت خوبصُورت پتھر برآمد ہوا۔ وہ پتھر پھر حکما و اطبّا کو دکھلایا گیا، لیکن وہ کوئی معقول وجہ بتا کے مطمئن نہ کر سکے۔ کیونکہ طبّ و حکمت کے دفتروں میں کسی ایسی بیماری کا ذکر نہیں تھا۔ شہزادے کی محبت سے مجبور ہو کر بادشاہ نے اس پتّھر کے دو نگینے بنانے کا حکم دیا تاکہ اس کی یادگار ہر وقت اس کے پاس رہے، نگینے تیار ہو گئے تو ایک بادشاہ نے انگلی میں پہن لیا اور دوسرا خزانہ شاہی میں محفوظ کر دیا گیا۔

شاہزادے کے ماتم سے فارغ ہو کر بادشاہ نے غم غلط کرنے

کے لیے محفل سرود منعقد کی۔ گانا شروع ہوا تو بادشاہ اتنا منہمک ہو گیا کہ اسے نگینے کے پگھلنے کا احساس تک نہ ہوا۔ آخر سارا نگینہ پگھل کر خون بن گیا اور قبائے شاہی داغدار ہو گئی۔ بادشاہ نے سلطنت کے حکما سے اس راز کی وجہ پوچھی، انہوں نے دست بستہ عرض کی ـــــــ "اے شہنشاہ! شہزادہ مرضِ عشق کا مریض تھا۔ افسوس ہم اس کی بیماری معلوم نہ کر سکے ورنہ اُسے گانا سنانے کی عرض کرتے تاکہ یہ پتھر اس ذوق کی حدت سے پگھل جاتا اور شہزادہ صحت یاب ہو جاتا۔"

یہ سُن کر بادشاہ نے دوسرا نگینہ لانے کا حکم دیا۔ پھر اُسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر قوالوں کو گانے کا حکم دے دیا۔ سب کے دیکھتے وہ پتھر پگھل کر خون بن گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سماع دردمند دل کی دوا اور دلفگاروں کا مرہم ہے۔"

پھر فرمایا ـــــــ "اگر کوئی صاحب ذوق دلِ دردمند رکھتا ہے تو اسے مزامیر کے بغیر بھی بس ایک ہی شعر سے وجد ہو جاتا ہے، اور جو بے ذوق اور سنگدل ہو اس کے سامنے ہزاروں سازوں کے ساتھ گایا ہوا گانا بھی کچھ اثر نہیں کرتا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اصل بات درد و سوز اور ذوق و شوق ہے، نہ

کہ مزامیر ہے" جب حضورؒ نے یہ بات ختم کی تو ایک آدمی نے قوالوں کو گانے اشارہ کیا۔ قوّالوں نے گانا شروع ہی کیا تھا کہ مولینا محمّد مُساوی اور مولانا بدرالدّین بحالتِ وجد رقص کرنے لگے۔ قوّالوں نے یہ غزل سُنائی ۔

عشق در پردہ می نوازد ساز
عاشقی کو کہ بشنود آواز

(چار اشعار چھوڑ دیئے گئے ہیں)

نمازِ عصر کے وقت محفلِ سماع اختتام پذیر ہوئی۔ سب نے دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کی ۔

نماز کے بعد ـــــــ آپ جماعت خانہ کے صحن میں جلوہ افروز ہوئے ۔ مولانا منہاجُ الدّین، مولانا قیامُ الدّین اور بہت سے دوسرے لوگ حاضرِ خدمت تھے ۔ قوّال نے حضور کے حکم پہ قوّالی شروع کی ۔ احبابِ طریقت رقص و گریہ کرنے لگے ۔ سماع ختم ہوا تو سب نے خواجہ بندہ نواز کی قدمبوسی کی ۔ پھر آپ صحنِ خانہ میں فروکش ہوئے ۔ قوّالوں نے یہ غزل کہی تھی ۔ ؎

غمے کزتو دارم بہ پیش کہ گویم؟ دوای دلِ دردمند از کہ جویم؟

(تین اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں)

عصر سے نمازِ تہجد تک آپ رقص کرتے رہے۔ اس دوران جب نماز کا وقت ہوتا تو وضو کرکے نماز ادا فرما لیتے۔

اس کے بعد ـــــــ آپ نے ایامِ بیض کے فضائل بیان فرمائے۔

آپ نے فرمایا کہ ـــــــ "جب حضرت آدم علیہ السّلام کو جنت سے دنیا میں بھیجا گیا تو ان کا سارا جسم سیاہ تھا۔ جب بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعا شرفِ قبولیت کو پہنچی تو حکم ہوا کہ ہر ماہ، تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھیں۔ جب انہوں نے پہلا روزہ رکھا تو جسم کا تیسرا حصّہ سفید ہو گیا، دوسرا روزہ رکھا تو آدھا اور تیسرا رکھا تو تمام بدن ہی سفید ہو گیا۔"

پھر فرمایا ـــــــ "دلیل العارفین" میں ہے کہ ایک آدمی حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُسے فرمایا کہ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا کرو تاکہ تمہیں سارے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔"

پھر فرمایا ـــــــ "میں نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاؒ کی زبانِ گوہر بار سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ محمّد چشتی رحمۃ اللہ علیہ "اوراد" میں لکھتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس نے ہر ماہ ایامِ بیض کے روزے رکھے اُس

نے گویا سارے سال کے روزے رکھے۔ اُسے قیامت کے دن ستّر آدمیوں کے ساتھ جنّت کی بشارت ہوگی جب وہ قبر سے اُٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔"

اس کے بعد آپ حجرہ میں مشغول بحق ہوگئے اور میں دیگر زائرین کے ساتھ واپس آگیا۔

٭

ہمہ اوست

میں نے بدمست شبابوں میں تجھے دیکھا ہے
میں نے گلرنگ شرابوں میں تجھے دیکھا ہے
حسنِ مستور! تری جلوہ فروشی کی قسم
میں نے باریک نقابوں میں تجھے دیکھا ہے

معین نظامی

٭

مجلس نہم (۹)

قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی - مولانا زین الدّین، مولانا بدرُالدّین، مولانا منہاج الدّین اور دوسرے احباب حاضرِ خدمت تھے -

آپ نے فرمایا ________ "بھوکوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا اسلام میں نہایت پسندیدہ فعل ہے، اور اس سے زیادہ اور کوئی سعادت نہیں - اس سے بھوکوں کو راحت ہوگی اور ان کے دلوں میں کھلانے والے کی محبّت پیدا ہوگی "۔

پھر فرمایا ________ "ایک دن سُلطان المشائخ حضرت خواجہ ابُوسعید ابُوالخیر قدّس سرّہٗ کی خدمتِ عالیہ میں ایک شخص آیا اور اُس نے سوال کیا کہ "بتائیے خُدا کی طرف جانے کے لیے کتنے راستے ہیں ؟" آپ نے فرمایا ________ "خدا تک جانے والے راستوں کی تعداد کائنات کے ذرّوں کی تعداد کے برابر ہے لیکن سب سے آسان اور نزدیک ترین راستہ مخلوقِ خُدا کے دلوں کو آرام

پہنچانا ہے۔"

پھر فرمایا ـــــــ "دلیل السائلین" میں ہے کہ ایک دن حضرت حسن بصری اور حضرت رابعہ بصریہ اکٹھے بیٹھے سلوک کے موضوع پر باتیں کر رہے تھے۔ حضرت رابعہ نے پوچھا "اے خواجہ! اس راستے میں درجۂ کمال کیا ہے؟" آپ نے فرمایا ـــــــ "دیکھ"، یہ کہہ کر مُصلّا پانی پر پھینک کر اس پر نماز ادا کی۔ اور اُن سے پوچھا "آپ کے پاس بھی کچھ ہے؟" انھوں نے مُصلّا ہوا میں بچھا کر اس پر نماز ادا کی اور فرمایا ـــــــ "اے خواجہ! پانی پر تو ایک حقیر تنکا بھی تیر سکتا ہے اور ہوا میں ایک ذلیل مکھی بھی اُڑ سکتی ہے، یہ تو کوئی کمال نہ ہوا۔ دراصل مرتبۂ کمال یہ ہے کہ کسی کا دل حاصل کیا جائے۔"

پھر فرمایا ـــــــ "ایک دن قلندروں کا ایک گروہ سُلطان الاولیا حضرت خواجہ شاہ نظامُ الدّین اولیا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن میں سے ایک شوخ قسم کے قلندر نے کہا کہ "مجھے کوئی کرامت دکھلایئے!" آپ نے خادم کو حکم دیا کہ قلندر کے لیے نعمت خانے سے کھانا لایا جائے، خادم نے فوراً کھانا لا کر اس کے آگے رکھ دیا۔ اس نے

کہا ـــــ "اے شیخ! میں نے تو کہا تھا کہ کوئی کرامت دکھائیے اور آپ نے میرے آگے دسترخوان بچھا دیا!" آپ نے فرمایا ـــــ "یہی سب سے بڑی کرامت ہے، اس سے بڑھ کر کوئی اور کرامت نہیں" یہ سُن کر وہ قدمبوس ہوئے اور چپ چاپ کھانا کھا کر چلے گئے"

پھر فرمایا ـــــ "حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے ایک روٹی صدقہ کرنا بہتر ہے یا (۱۰۰) رکعت نفل ادا کرنا؟" آپ نے فرمایا ـــــ "محتاج کو روٹی دینا افضل ہے" میں نے پھر سوال کیا کہ "کسی مسلمان کی حاجت روا کرنا افضل ہے یا (۱۰۰) رکعت نماز نفل" آپ نے فرمایا ـــــ "مسلمان بھائی کی حاجت روائی افضل ہے"

پھر فرمایا ـــــ "کھانا کھلانے سے بہتر کوئی اور چیز نہیں اس سے مخلوقِ خدا کو راحت پہنچائی جاتی ہے اور ان کے دل اپنی طرف مائل کیے جا سکتے ہیں"

یہ کہہ کر آپ نماز ادا کرنے لگ گئے اور میں دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آگیا۔

مجلسِ دہم

سعادتِ قدمبوسی حاصل ہوئی ۔ مولانا منہاج الدّین، مولانا قیام الدّین، مولانا بدرُالدّین اور دوسرے یارانِ طریقت حاضرِ خدمت تھے ۔

آپ نے فرمایا ــــــــ "دنیا دار کو آسائشِ قلب حاصل نہیں ہوتی ۔ یہ چیز اگر ہے تو صرف فقیر کے گھر میں ہے ۔ کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مبغوضہ ہے ۔ (جہاں دنیا ہو گی وہاں خدا کی رحمت نہ ہو گی ۔ اور جہاں خدا کی رحمت نہ ہو گی وہاں راحتِ قلب بھی نہ ہو گی ۔ جہاں دنیا نہ ہو گی وہاں رحمتِ خداوندی بھی ہو گی اور اطمینانِ قلب بھی ۔")

پھر فرمایا ــــــــ "راہِ سلوک میں درویش جب تک محبّت کے صیقل سے اپنے دل کو دنیا کے زنگار سے پاک نہ کریں گے، ذکرِ حق میں مشغول نہ رہیں گے ۔ اور غیر کی محبت سے فارغ ہو کر صرف اسی کا دم نہ بھریں گے کسی مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے ۔"

پھر فرمایا ـــــــــ "مَیں نے حضرت سلطان المشائخ سے یہ حدیث سُنی ہے کہ "حُبُّ الدّنیا رأسُ کُلِّ خطیئۃٍ وترکُ الدّنیا رَأسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ" یعنی حُبّ دنیا تمام بُرائیوں کی جڑ اور ترکِ دنیا سب سے بڑی عبادت ہے۔"

پھر فرمایا ـــــــــ "زاد المحسنین" میں لکھا ہے کہ تمام برائیوں اور گناہوں کو ایک مکان میں بند کر کے، دنیا کی محبت کو اس کی کنجی بنا دیا گیا ہے اور تمام اچھائیوں اور نیکیوں کو ایک گھر میں بند کر کے ترکِ دنیا کو اس کی کنجی بنا دیا گیا ہے۔"

پھر فرمایا ـــــــــ "شیخ الاسلام عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ بندوں اور خُدا کے درمیان سب سے بڑا حجاب دنیا ہے۔"

پھر فرمایا ـــــــــ "ایک حکیم کئی دن کا بھوکا تھا۔ وہ پانی کے ایک تالاب پر پہنچا اور وہاں پڑے ہوئے انگور کے پتّے اُٹھا کر کھانے لگا۔ اسی وقت ایک دنیادار بھی وہاں آپہنچا۔ اس نے اپنے گھوڑے سے اتر کر حکیم کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور کہا کہ "اگر آپ ہمارے بادشاہ کی مصاحبت اختیار کریں تو یوں پتّے کھانے سے نجات حاصل کرلیں۔" انہوں نے فرمایا "اگر تم قناعت اختیار

کر لو تو بادشاہ کی خوشامد اور حرص و طمع سے بچ جاؤ گے "۔

پھر فرمایا ——— "اہلِ سلوک کے نزدیک درویش وہ ہے جس کے دل میں یادِ خدا کے سوا اور کچھ نہ ہو اور وہ دنیاداروں کے ساتھ نشست و برخاست سے گریزاں ہو "۔

بعد ازیں ——— بندہ نے قدمبوس ہو کر عرض کی کہ ——— میں نے آپ کے ملفوظات قلمبند کیے ہیں تاکہ اپنی اصلاح کر سکوں ورنہ کہاں میں اور کہاں تصنیف و تالیف جیسا مشکل اور کٹھن کام۔

آپ نے فرمایا ——— "یہ بہت اچھی بات ہے کہ اپنے شیخ کی زبان سے جو بات سُنی وہ قلمبند کر لی۔ اس سے دوسروں کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔ میں نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مُبارک سے یہ حدیث شریف سُنی ہے کہ " الخیر الخیر المتعدّی " یعنی بہترین نیکی وہ ہے جس سے اپنے آپ کو بھی فائدہ ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی "۔

تمّت بالخیر

مُعین نظامی کی دیگر تصانیف

النّبی المعظّم: نبی کریم صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے صبر و استقلال پر انتہائی خوبصورت، مختصر اور جامع تحریر، مستند تاریخی مواد، ادبیانہ طرزِ نگارش، عالمانہ اندازِ بیان۔

جھلک:۔ بھلوال کی ثمر بار سرزمین کی علمی و ادبی سرگرمیوں کی روئداد "جھلک" کا خاص شمارہ ــــ ورزیر بے نظیر نمبر ــــ جس کی ادارت کے فرائض مُعین نظامی نے سرانجام دیے۔ جدید غزلیں، ادبی مضامین،

انوارِ قمر:۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رح کے مستند اور تفصیلی حالاتِ زندگی، آپ کے چند علمی اور نجی خطوط، منظوم نذرانہ ہائے عقیدت: (زیرِ طبع)

مضامین، تصوّف و معرفت کی نادر و نایاب کتابوں کا انتخاب و ترجمہ، بزرگانِ دین پر سوانحی مضامین، (زیرِ طبع)

خاورستان: غزلوں اور نظموں کا دلکش مجموعہ، ناکام حسرتوں نامراد خواہشوں، برباد آرزوں، متروک رغبتوں، مسدود چاہتوں معتوب محبتوں، مصلوب جذبوں، ناگفتہ تمناؤں، اَن سُنی التجاؤں، رندی ہوئی سرگوشیوں اور کچلی ہوئی زیرِلب خود کلامیوں کی داستان۔ (زیرِ طبع)

اللہ شوق دے تو ان کتب کا مطالعہ کریں؛

سید المرسلین　　مؤلف　　محمد اشرف نقشبندی

تذکرۃ اولیاء　　〃　　شیخ فرید الدین عطار

قصص الانبیاء

مقیاس وہابیت　　مؤلف　　مولانا محمد عمر اچھروی

مقیاس مناظرہ　　〃　　〃　〃　〃　〃

مقیاس حنفیت　　〃　　〃　〃　〃　〃

تذکرہ اولیائے چشت　　〃　　مولانا سلطان احمد فاروقی

قاضی اور سربراہ مملکت اسلام کی نظر میں　　〃　　مفتی غلام سرور

بہار جنت　　〃　　مولینا مہر دین

فیصلہ شرعیہ حرمت تعزیہ

فتاوی رضویہ جلد ۱۱　　〃　　امام احمد رضا

مقامات اولیاء (زیر طبع)　　〃　　افتخار الحسن

اصول الشاشی　　عربی　　(زیر طبع)

اوصاف صوفیہ　　زیر طبع　　مؤلف　　مولانا مشتاق احمد نقشبندی

ملفوظاتِ حضرت شاہ نصیر الدّین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ
خزینہ چراغ
اُردو ترجمہ مِفتاحُ العاشقین
ترجمہ
مُعینؔ نظامی
ناشر
الحُسین پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com